مقالات

حضرت مولانا ابوالسلام محمد صدیق مدظلہ العالی

رؤیتِ ہلال اور مطالع کا اختلاف

(دوسری قسط)

شکی دن کا روزہ:

چاند نظر نہ آنے کی وجہ سے یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ شعبان کی تیسویں تاریخ ہے یا نہیں، بعض لوگ احتیاط کے طور پر شکی روزہ رکھتے ہیں جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ حضرت عمار رضؓ نے فرمایا:

"مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ"

کہ "جس شخص نے شکی دن کا روزہ رکھا، اس نے ابوالقاسمؐ کی نافرمانی کی ہے۔"

شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ:

یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ بروایتِ ابوبکرؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّةِ" (ترمذی)

"یعنی عید کے دو مہینے کم نہیں ہوتے ایک رمضان اور دوسرا ذوالحج"

امام احمدؒ کے نزدیک اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ایک سال میں رمضان اور ذوالحج کا مہینہ دونوں ایک ساتھ کم نہیں ہوتے۔ اگر ایک انتیس دن کا ہے، تو دوسرا تیس دن کا ہوگا۔

امام اسحٰقؒ نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اگر مہینہ انتیس دن کا ہُوا تو اس پر لفظ تمام کا اطلاق ہوگا، اسے نقص کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔ یعنی امام اسحٰق کے قول کے مطابق دونوں مہینے ایک ساتھ کم ہو سکتے ہیں۔ اس کمی کی وجہ سے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

ابنِ حبانؒ نے اس حدیث کا یہ معنیٰ بیان کیا ہے کہ فضیلت میں دونوں مہینے

برابر ہیں۔ خواہ ایک مہینہ انتیس دن کا ہو دوسرا مہینہ تیس دن کا۔

امام نوویؒ کے نزدیک راجح معنیٰ یہ ہے کہ ان کے اجر میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ حدیث میں ہے، جو شخص رمضان کے روزے ایمان اور ثواب طلب کرنے کی غرض سے رکھتا ہے، اس کے اگلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے اس مہینہ کو بھی شامل ہے جو تیس دن کا ہے اور اس کو بھی شامل ہے جو انتیس دن کا ہو۔ فضیلت ہر دو ماہ کی یکساں ہے۔

ٹیلیفون۔ ریڈیو۔ تار:

ٹیلیفون۔ ریڈیو۔ تار یہ سب خبر رسانی کے جدید ذرائع ہیں۔ ان کے بارہ میں ہماری تحقیق یہ ہے کہ جو خبر ٹیلیفون، ریڈیو کے ذریعہ موصول ہوا اور یہ معلوم ہو جائے کہ خبر دہندہ مسلمان ہے اور عادل یعنی متدین، تو ایسی ملنے والی خبر کا اعتبار ہوگا۔ اگر یہ پتہ نہ لگ سکے تو پھر ایسی خبر کا اعتبار نہ ہوگا۔ اس لیے کہ شریعت نے شاہد کے لیے اسلام اور اس کے عادل ہونے کی شرط لگائی ہے، جیسا کہ احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔

تار برقی:

تار کے ذریعہ آنے والی خبر کا اعتبار اس لیے نہیں کہ ایک تو اس میں آواز کو کوئی دخل نہیں کہ اس سے خبر دہندہ کی پہچان ہو سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ درمیان میں کئی واسطے پڑتے ہیں۔ جن کے متعلق یہ علم نہیں ہوتا کہ وہ مسلمان ہیں یا غیر مسلم، عادل ہیں یا غیر عادل، البتہ اگر مختلف مقامات سے متعدد تاروں کے ذریعہ خبر آئے جو تواتر کی حد کو پہنچ جائے تو اس وقت واسطہ کیسا ہی ہو، خبر معتبر ہوگی۔ تواتر کے لیے کوئی عدد معین نہیں، بلکہ جتنے عدد سے علمِ یقین حاصل ہو جائے وہی تواتر ہے۔

مطالع کا اختلاف

مطالع کا اختلاف ایک فطری اور طبعی شئے ہے، اس لیے کہ سورج اور چاند کے طلوع کا محل آسمان ہے جو گول ہے، امام ابنِ تیمیہؒ لکھتے ہیں:

"وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ" (سورۃ الرحمٰن) فَقَدْ قِيلَ هُوَ مِنَ الْحِسَابِ وَقِيلَ بِحُسْبَانٍ كَحُسْبَانِ الرَّحَى وَهُوَ دَوَرَانُ الْفَلَكِ فَإِنَّ هٰذَا لَا خِلَافَ فِيهِ بَلْ قَدْ دَلَّ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَأَجْمَعَ عُلَمَاءُ الْأُمَّةِ عَلَى مِثْلِ مَا عَلَيْهِ أَهْلُ الْمَعْرِفَةِ مِنْ أَهْلِ الْحِسَابِ مِنْ أَنَّ الْأَفْلَاكَ مُسْتَدِيرَةٌ لَا مُسْطَحَةٌ" (فتاویٰ ابن تیمیہؒ ج ۲۵ ص ۱۴۲)

یعنی "وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ" آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ "حسبان" حساب سے ہے۔ بعض کا قول ہے چکی کے گھومنے کو حُسبان کہتے ہیں۔ حسبان دورانِ فلک کا نام ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ کتاب و سنت اور اُمت کے علماء کا اجماع یہ سب کے سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں جو حساب جاننے والوں نے کہی ہے، کہ افلاک گیند کی طرح گول ہیں، ان کی سطح برابر نہیں ہے۔"

نواب صدیق حسن خاں مرحوم اسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَالْأَرْضُ جِسْمٌ كَالْكُرَةِ وَقِيلَ لَيْسَتْ بِكُرِّيَّةِ الشَّكْلِ وَهِيَ وَاقِفَةٌ فِي الْهَوَاءِ بِجَمِيعِ جِبَالِهَا وَبِحَارِهَا وَعَامِرِهَا وَغَامِرِهَا وَالْهَوَاءُ مُحِيطٌ بِهَا مِنْ جَمِيعِ جِهَاتِهَا كَالْمُحِّ فِي الْبَيْضَةِ وَبُعْدُهَا مِنَ السَّمَاءِ مُتَسَاوٍ مِنْ جَمِيعِ الْجِهَاتِ" (ذکر صورۃ الارض ص ۶۷)

یعنی "زمین جسم ہے جو گیند کی طرح گول ہے۔ یہ بھی کہا ہے کہ وہ گیند کی شکل پر نہیں۔ اور وہ اپنے تمام پہاڑوں، سمندروں، آباد اور خراب زمینوں سمیت ہوا میں ٹھہری ہوئی ہے۔ اور اس کی تمام جہتوں کی طرف سے ہوا اس کو محیط ہے، جیسے انڈہ میں زردی ہوتی ہے۔ اور آسمان سے اس کی تمام جہتیں یکساں دوری پر ہیں۔ اس حالت میں سورج اور چاند کی روشنی بیک وقت زمین کو منور نہیں کر سکتی بلکہ زمین کا جو قطعہ سورج اور چاند کے سامنے ہوگا وہ پہلے روشن ہوگا۔ اس لیے یہ حقیقت ہے کہ سورج اور چاند کے مطالع میں اختلاف فطری اور طبعی ہے۔

ایک علاقہ کی رؤیت دوسرے علاقہ کے لیے: رؤیتِ ہلال کے متعلق

جتنے پیش آمدہ مسائل ہیں، ان میں یہ مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ ایک علاقہ یا ایک ملک کی رؤیت دوسرے علاقہ یا ملک کے لیے معتبر ہے یا نہیں ؟ اس مسئلہ کے حل کے لیے حسبِ ذیل امور پر غور کرنا ضروری ہے :

۱۔ ملک ایک ہے، اس کے کسی ایک شہر میں دیکھا ہُوا چاند تمام ملک کے لیے کافی ہے ؟

۲۔ ایک ملک کی رؤیت دوسرے ملک کے لیے قابلِ قبول ہے ؟

۳۔ مطالع کا اختلاف، رؤیت اور عدمِ رؤیت میں کس حد تک موثر ہے ؟

پہلی صورت :

پہلی صورت میں عکرمہؒ، قاسمؒ، سالمؒ، اسحٰقؒ کا قول ہے کہ ملک کے ایک شہر میں دیکھا ہوا چاند اس ملک کے دوسرے شہر کے لیے کافی نہیں۔ امام ترمذیؒ نے بعض اہلِ علم کا یہ مذہب نقل کیا ہے کہ :

"اِنَّ لِكُلِّ بَلَدٍ رُؤْيَتَهُمْ"

یعنی "ہر شہر کے لیے ان کے اہالیان کی رؤیت کارآمد ہے۔"

امام ترمذیؒ نے انہی الفاظ سے باب باندھا ہے۔ ان ائمہؒ نے جس حدیث سے اپنے اس نظریہ کا استدلال کیا ہے، وہ کریبؒ تابعی سے مروی حدیث ہے، جس کو بخاریؒ اور مسلمؒ کے سوا ائمہ کی ایک جماعت نے تخریج کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں :

عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ اُمَّ الْفَضْلِ بَعَثَتْهُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ فَقَالَ فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا وَاسْتُهِلَّ عَلَيَّ رَمَضَانُ وَاَنَا بِالشَّامِ فَرَاَيْتُ الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فِيْ اٰخِرِ الشَّهْرِ فَسَاَلَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلَالَ فَقَالَ مَتٰى رَاَيْتُمُ الْهِلَالَ فَقُلْتُ رَاَيْنَاهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ اَنْتَ رَاَيْتَهُ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ وَرَاٰهُ النَّاسُ وَصَامُوْا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ

فَقَالَ لٰكِنَّا رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ فَلَا نَزَالُ نَصُومُ حَتّٰى نُكْمِلَ ثَلَاثِيْنَ اَوْ نَرَاهُ فَقُلْتُ اَلَا تَكْتَفِيْ بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهٖ؟ فَقَالَ لَا هٰكَذَا اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔" (منتقی ج ۴ ص ۱۹۴)

یعنی "کریبؒ تابعی سے روایت ہے کہ امّ الفضلؓ نے مجھے معاویہؓ کی طرف ملکِ شام میں کسی کام کے لیے بھیجا، میں نے یہ کام سرانجام دیا تو رمضان کا چاند مجھے شام ہی میں چڑھ آیا۔ جمعرات کو میں نے خود چاند دیکھا، پھر مہینہ کے آخر میں مدینہ واپس آیا۔ ابنِ عباسؓ نے مجھ سے (وہاں کا حال) پوچھا۔ اس کے بعد انہوں نے چاند کا ذکر کیا۔ میں نے کہا کہ "ہم نے جمعرات کو چاند دیکھا ہے"۔ پوچھا کہ "تُو نے خود دیکھا ہے"؟ میں نے کہا "ہاں میں نے خود دیکھا ہے، دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا ہے اور انہوں نے روزہ رکھا ہے، معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا ہے۔" ابنِ عباسؓ نے کہا کہ "ہم نے تو ہفتہ کی رات چاند دیکھا ہے، لہٰذا ہم تو روزہ رکھیں گے۔ حتّٰی کہ تیس روزے پورے ہو جائیں یا اس سے پہلے چاند دیکھ لیں۔" میں نے کہا کہ "آپ، معاویہؓ کی رؤیت اور ان کے روزوں پر اکتفا نہیں کرتے؟" انہوں نے جواب دیا کہ "نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح حکم دیا ہے۔"

علامہ مبارکپوریؒ نے لکھا ہے:

"هٰذَا بِظَاهِرِهٖ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ لِكُلِّ بَلَدٍ رُؤْيَتَهُمْ وَلَا تَكْفِيْ رُؤْيَةُ اَهْلِ بَلَدٍ لِاَهْلِ بَلَدٍ اٰخَرَ۔"

(تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۵)

یعنی "یہ حدیث بظاہر دلالت کرتی ہے کہ ہر بلد کے لیے ان کے باشندگان کی رؤیت ہے۔ ایک اہلِ بلد کی رؤیت دوسرے اہلِ بلد کے لیے کفایت نہیں کرتی۔"

بعض ائمہؒ نے کریب کی اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ رؤیت کے بارہ میں ایک شہادت معتبر نہیں۔ اس لیے ابنِ عباسؓ نے کریبؒ کی شہادت پر عمل نہیں کیا

مگر ان کا یہ استدلال اس لیے درست نہیں کہ حدیث سے جو بات مترشح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ رؤیت کا حکم بعید کے حق میں ثابت نہیں ہوتا۔ اس بنا پر ابنِ عباسؓ نے کریب کی شہادت کو قبول نہیں کیا۔

حدیثِ کریب اور مختلف مذاہب:

ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لیے معتبر نہیں۔ (نووی)

اس بارہ میں حافظ ابنِ حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس میں علماء کے مختلف مذاہب ہیں:

۱۔ ہر بلد کی رؤیت انہی کے لیے ہے جو وہاں کے باشندے ہیں، دوسرے بلد کے لیے نہیں ہے۔

۲۔ جب ایک بلد میں چاند نظر آجائے تو اس کی رؤیت تمام بلاد کے لیے لازم ہوتی ہے، مالکیہ کے نزدیک یہ مشہور مذہب ہے۔

۳۔ ابنِ ماجشون کا قول ہے کہ اہلِ بلد کی رؤیت دوسرے بلد کے لیے کفایت نہیں کرتی۔ البتہ اگر وقت کا حاکم کسی ثبوت کی بنا پر رعایا میں رؤیتِ ہلال کا اعلان کر دے، اس لیے کہ اس کے حق میں جملہ بلاد ایک ہی بلد کے حکم میں ہیں۔ اور اس کا حکم تمام ملک میں نافذ ہے، تو ایسی رؤیت جملہ بلاد پر مؤثر ہوگی۔

۴۔ ملک مختلف ہیں تو ایک ملک کی رؤیت دوسرے ملک کے لیے کافی نہیں۔

۵۔ جن شہروں میں چاند کے طلوع ہونے کا امکان ہے، صرف بادل یا غبار چاند کے خفاء کا باعث ہیں، ایسے تمام شہروں میں سے ایک شہر میں دیکھا ہوا چاند سب شہروں میں معتبر ہے۔ ان کے ماسوا شہروں میں طلوعِ چاند کا حکم نافذ نہیں ہوگا۔ یہ قول سرخسی کا ہے۔

۶۔ اگر علاقہ کی ایک جہت پہاڑی ہے اور دوسری میدانی، تو اس صورت میں ایک جہت کی رؤیت دوسری جہت کے لیے کافی نہیں۔

تبصرہ:

کریب کی اس حدیث سے یہ استدلال کرنا درست نہیں کہ ایک شہر کی رؤیت

اسی شہر کے باشندگان کے لیے ہے، دوسرے شہروں کے لیے نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جن شہروں کے درمیان اتنی مسافت ہو، جس قدر مدینہ اور شام کے درمیان ہے، تو ان میں سے ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لیے کافی نہیں۔ اگر اس سے کم مسافت ہو تو اس حدیث کی رُو سے ایسے شہروں میں ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لیے کافی ہونے میں ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔ اس کی بنا صرف ابن عباسؓ کے اجتہاد پر ہے۔ یہ معنیٰ بھی اس وقت قابلِ اعتماد ہو سکتا ہے جب اجتہاد کو حجت تسلیم کر لیا جائے۔ یہ ڈھکی چھپی بات نہیں کہ امتی کا اجتہاد حجت نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ جہاں اس میں صواب کا امکان ہے وہاں خطاء کا بھی احتمال ہے۔

حدیثِ کریب اور امام شوکانیؒ:

امام شوکانیؒ ان تمام اقوال کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ مذکورہ اصحابِ اقوال کی دلیل کریب کی مذکورہ بالا حدیث ہے۔ جس میں ہے کہ ابنِ عباسؓ نے اہلِ شام کی رؤیت پر عمل نہیں کیا۔ اور انہوں نے فرمایا:

"هٰكَذَا اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔"

یعنی "رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اسی طرح حکم دیا ہے۔"

اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابنِ عباسؓ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بغیر نہیں کہی۔ یعنی یہ امر لازم نہیں آتا کہ اہلِ بلد دوسرے اہلِ بلد کی رؤیت پر عمل کریں۔ لیکن کریب کی حدیث میں ایک ابنِ عباس کا اجتہاد ہے، جس سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ایک بلد کی رؤیت دوسرے بلد کے لیے معتبر نہیں۔ یہ ابنِ عباسؓ کا اپنا اجتہاد ہے جسے حجت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حجت تو مرفوع حدیث ہے، جو ان الفاظ سے مروی ہے:

"هٰكَذَا اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔"

"هٰكَذَا" کا مشارٌ الیہ "ابنِ عباسؓ کا وہ قول ہے جس میں انہوں نے بیان کیا:
"فَلَا نَزَالُ نَصُوْمُ حَتّٰى نُكْمِلَ ثَلَاثِيْنَ۔" "ہم روزے رکھتے ہی رہیں گے حتیٰ کہ تیس پورے کریں۔" ابنِ عباسؓ کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے اس حکم کی روشنی میں ہے، جس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے:

"لَا تَصُومُوا حَتّٰی تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوهُ حَتّٰی تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ"

یعنیؐ چاند دیکھے بغیر نہ روزے رکھو اور نہ دیکھے بغیر افطار کرو۔ اگر بادل یا غبار کی وجہ سے چاند پوشیدہ ہو تو پھر تیس روزے پورے کرو"۔

امام شوکانی رح فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم کسی ایک علاقہ کے لیے مخصوص نہیں، بلکہ اس حکم کا مخاطب ہر وہ مسلمان ہے، جو اس کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لیے اس حدیث سے یہ استدلال کرنا زیادہ واضح ہے کہ ایک اہلِ بلد کی رؤیت دوسرے اہلِ بلد کے لیے معتبر ہے۔ بہ نسبت اس استدلال کے کہ ایک اہلِ بلد کی رؤیت دوسرے اہلِ بلد کے لیے قابلِ قبول نہیں۔ کیونکہ جب کسی اہلِ بلد نے چاند دیکھا ہے، تو گویا مسلمانوں نے چاند دیکھا ہے۔ جو بات چاند دیکھنے والے مسلمانوں پر لازم آتی ہے، وہی دوسرے مسلمانوں پر لازم آتی ہے۔

اگر ابنِ عباسؓ کے کلام میں اشارہ کو اس طرف متوجہ کر لیا جائے کہ ایک اہلِ بلد کی رؤیت دوسرے اہلِ بلد کے لیے قابلِ عمل نہیں۔ تو پھر اس مفہوم کو عقلی دلیل کے ساتھ مقید کرنا پڑے گا۔ یعنی اگر ہر دو شہروں کے درمیان اتنی لمبی مسافت ہے کہ اس سے ہر دو شہروں کا مطلع اتنا مختلف ہو جاتا ہے کہ اس سے تاریخ بدل جانے کا احتمال ہے، تو اس صورت میں ایک بلد کی رؤیت دوسرے بلد کے لیے کافی نہیں۔

اہلِ شام کی رؤیت:

ابنِ عباسؓ نے اہلِ شام کی رؤیت پر عمل نہیں کیا۔ جبکہ شام اور مدینہ کے درمیان اتنا بُعد نہیں کہ اس کی وجہ سے ان کے درمیان مطلع کا کوئی زیادہ اختلاف ہو۔ اس بارہ میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ کا حضرت معاویہؓ کی رؤیت اور ان کے روزوں پر اکتفاء نہ کرنا، یہ ان کا اجتہادی عمل ہے۔ جو مرفوع حدیث کے مقابلہ میں حجت نہیں ہے۔

نیز اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جمیع احکام شرعیہ میں قرب و بعد کے لحاظ کے باوجود لوگ ایک دوسرے کی شہادت کو قبول کرتے ہیں۔ رؤیتِ ہلال کا مسئلہ بھی احکامِ شرعیہ میں داخل ہے۔ اس کے قابلِ اعتماد ہونے میں کونسی رکاوٹ ہے؟ امام شوکانیؒ بحث کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں۔ اگر ھٰکذا کا مشارٌ الیہ ابنِ عباسؓ کے اس اجتہاد کو قرار دیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جن شہروں کے درمیان اتنی مسافت ہے، جتنی مسافت شام اور مدینہ کے درمیان ہے کہ ان میں سے ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لیے کافی نہ ہو، مگر جن شہروں کی مسافت اس سے کم ہے، ان پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوگا۔ آخر میں انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ نے حضرت معاویہؓ کی رؤیت پر جو عمل نہیں کیا، اس میں کوئی اور حکمت ہوگی جس کا ہمیں علم نہیں۔

امام شوکانیؒ کا فیصلہ:

رؤیتِ ہلال کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے امام شوکانیؒ لکھتے ہیں:

"وَالَّذِیْ یَنْبَغِیْ اعْتِمَادُہٗ ھُوَمَا ذَھَبَ اِلَیْہِ الْمَالِکِیَّۃُ وَجَمَاعَۃٌ مِّنَ الزَّیْدِیَّۃِ وَاخْتَارَہُ الْمَھْدِیُّ مِنْھُمْ وَحَکَاہُ الْقُرْطُبِیُّ عَنْ شُیُوْخِہٖ اَنَّہٗ اِذَا رَاٰہُ اَھْلُ بَلَدٍ لَزِمَ اَھْلَ الْبِلَادِ کُلِّھَا" (نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۹۵)

یعنی "رؤیتِ ہلال کے بارہ میں قابلِ اعتماد وہی بات ہے جو مالکیہ اور زیدیہ کی ایک جماعت نے اختیار کی ہے، مہدی نے ان سے اور قرطبی نے اپنے شیوخ سے اخذ کیا ہے۔ کہ جب اہلِ بلد چاند کو دیکھ لیں تو تمام اہلِ بلاد پر رؤیت لازم ہو جاتی ہے۔"

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ:

رؤیت ہلال کی بحث کے وقت ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک بلد کی رؤیت جمیع بلاد کے لیے نہیں ہے،

جیسا کہ اکثر اصحابِ شافعیؒ کا قول ہے کہ مسافتِ قصر کی حد تک جو بلاد ہیں، ایک بلد کی رؤیت دوسرے بلاد کے لیے کافی ہے جو بلاد مسافتِ قصر کی حد سے باہر ہیں ان کے لیے کافی نہیں۔ ان میں سے بعض نے یہ کہا ہے کہ ایک ملک کی رؤیت دوسرے ملک کے لیے کافی نہیں۔ انہوں نے ان ہر دو نظریوں کو ضعیف قرار دیا ہے' وجہ یہ بیان کی ہے کہ طلوعِ ہلال کا مسافتِ قصر سے کوئی تعلق نہیں۔ اور دو ملکوں کا الگ الگ ہونا بھی ایک دوسرے کے لیے رؤیت کے نا کافی ہونے کا باعث نہیں۔

دوسری وجہ:

ان ہر دو نظریہ کے غلط ہونے کی جو دوسری وجہ بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اگر رؤیتِ ہلال کے لیے مسافتِ قصر کو' یا ملک مختلف ہونے کو حد تصور کر لیا جائے تو جو شخص مسافتِ قصر کی حد کے اندر یا ملک کے آخری کنارہ پر ہو گا وہ روزہ رکھنے اور عید کرنے کا پابند ہو گا اور وہ شخص جو مسافت کی حد سے تھوڑی دور پر ہے یا دوسرے ملک کے آخری کنارے پر جو اس ملک کے متصل ہے' روزہ رکھنے اور عید کرنے کا پابند نہیں ہو گا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں " وَهٰذَا لَيْسَ مِنْ دِيْنِ الْمُسْلِمِيْنَ " یعنی "یہ صورتِ حال مسلمانوں کے دین میں شمار نہیں ہوتی۔" (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۵ ص ۱۰۵)

درست بات:

اس بارہ میں درست بات وہ ہے جس کا پتہ یہ حدیث بتاتی ہے:

" صَوْمُكُمْ يَوْمَ تَصُوْمُوْنَ وَفِطْرُكُمْ يَوْمَ تُفْطِرُوْنَ وَاَضْحَاكُمْ يَوْمَ تُضَحُّوْنَ "

یعنی " تمہارا روزہ اسی دن ہے جب تم سب روزہ رکھتے ہو' افطار تمہارا اسی دن ہے جب تم سب افطار کرتے ہو اور قربانی تمہاری اسی دن ہے جب تم سب قربانی کرتے ہو۔"

پس جب کوئی شخص شعبان کی انتیسویں رات کو رؤیتِ ہلال کی شہادت کسی جگہ

سے دیکھ لے، وہ جگہ قریب ہو یا بعید، روزہ سب پر واجب ہو جاتا ہے۔ خلاصہ کلام بیان کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ جس شخص کو رؤیتِ ہلال کی خبر ایسے وقت میں ملے کہ اس میں روزہ یا عید یا قربانی ادا کی جاتی ہو۔ تو بلاشبہ اس شہادت پر اعتبار کرنا واجب ہے۔ آثارِ سلف سے یہ بات ثابت ہے۔

عقل اور شرع کی مخالفت:

جو شخص رؤیتِ ہلال کے بارہ میں قصر کی مسافت یا ملک مختلف ہونے کی قید لگاتا ہے، اس کا یہ قول عقل کے بھی خلاف ہے اور شرع کے بھی۔

بروایت ابوہریرہؓ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلصَّوْمُ یَوْمَ تَصُوْمُوْنَ وَالْفِطْرُ یَوْمَ تُفْطِرُوْنَ وَالْاَضْحٰی یَوْمَ تُضَحُّوْنَ" (ترمذی)

کہ "جس دن تم روزہ رکھتے ہو (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) وہی روزہ ہے، جس دن افطار کرتے ہو وہی افطار ہے اور جس دن قربانی کرتے ہو وہی قربانی ہے۔"

اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو غریب حسن کہا ہے۔ بعض اہلِ علم نے اس حدیث کا یہ معنیٰ بیان کیا ہے کہ شہادت کی بنا پر اگر تمام مسلمان یا ان کی اکثریت رؤیتِ ہلال کا فیصلہ کر دے اور متفق ہو جائیں تو باقی لوگوں کو ان کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ ان کے ساتھ ہی روزہ رکھیں اور نمازِ عید ادا کریں۔

محمد بن الحسن شیبانی نے بھی اس حدیث کا یہی معنیٰ بیان کیا ہے کہ رؤیتِ ہلال کے بارہ میں منفرد آدمی جماعت کے تابع ہے۔ (تحفۃ الاحوذی)

شیخ الاسلام سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص اکیلا چاند دیکھتا ہے، کیا وہ اپنی رؤیت کی بنا پر روزہ رکھے اور افطار کرے یا لوگوں کے ساتھ روزہ اور عید ادا کرے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس بارہ میں تین قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ وہ روزہ رکھے اور افطار کرے مگر پوشیدہ کرے، یہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ روزہ رکھے اور نمازِ عید ادا نہ کرے، یہ مذہب امام احمدؒ، مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ روزہ بھی لوگوں کے ساتھ رکھے اور نمازِ عید بھی لوگوں کے ساتھ پڑھے۔ شیخ الاسلام نے تیسرے قول کو "اَلصَّوْمُ یَوْمَ تَصُوْمُوْنَ" حدیث کی روشنی میں ترجیح دی ہے کہ روزہ وہی ہے جس دن تم روزہ رکھتے ہو، افطار اور اضحیٰ بھی وہی ہے جس دن تم افطار کرتے اور قربانی کرتے ہو۔ شیخ الاسلام نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ شہادت ملنے پر تمام مسلمانوں کو روزہ اور نمازِ عید ادا کرنی چاہیئے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہؒ ج ۲۵ ص ۱۱۴)

شوافع:

شوافع میں سے بعض ائمہ کا یہ قول ہے کہ جو بلاد ایک دوسرے کے قریب ہیں، ان میں سے ایک اہلِ بلد کی رؤیت دوسرے بلد کے لیے کفایت کرتی ہے اگر ان میں بُعد ہے، تو اس صورت میں دو قول ہیں:

ایک قول:

یہ ہے کہ ایسے بلاد میں سے ایک اہلِ بلد کی رؤیت دوسرے بلد کے لیے لازم نہیں۔

دوسرا قول:

وہ ہے جو ابو طیب اور ائمہ کی ایک جماعت کا ہے کہ جو بلاد ایک دوسرے سے دُور ہیں، ان میں سے ایک اہلِ بلد کی رؤیت دوسرے بلد کے لیے کافی ہے یہ قول امام شافعیؒ کی طرف منسوب ہے۔

بُعد کی تعریف: بُعد کی تعریف کیا ہے اس میں ائمہ کے کئی قول ہیں۔

بعض نے مطالع کے اختلاف کو بُعد کی بنیاد قرار دیا ہے یعنی جن بلاد کے مطالع میں اختلاف ہے وہ ایک دوسرے سے دور ہیں۔ عراقی علماء کے نزدیک بُعد کی یہ تعریف ہی قابلِ اعتماد ہے۔ امام نوویؒ نے بھی روضہ میں اس تعریف کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔

بُعد کی تعریف میں دوسرا قول یہ ہے کہ مسافتِ قصر تک جتنے بلاد ہیں وہ

ایک دوسرے کے قریب ہیں، اور جو اس حدِ مسافت سے باہر ہیں ان پر بُعد کا اطلاق ہوتا ہے یعنی وہ ایک دوسرے سے دُور شمار ہوں گے۔ یہ قول امام بغویؒ کا ہے۔ رافعیؒ نے صغیر میں اس کو صحیح کہا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۶)

خلاصہ: تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ چاند کا چھوٹا بڑا ہونا لوگوں کے لیے اوقات اور حج کا وقت معلوم کرنے کی علامت ہے۔

۲۔ رمضان کی ابتداء اور اس کی انتہاء رؤیتِ ہلال یا شہادت پر مبنی ہے۔

۳۔ مطالع کا اختلاف ایک بدیہی اور فطری امر ہے۔

۴۔ ہلال رمضان کے لیے ایک مسلمان کی شہادت اور ہلالِ شوال (عید) کے لیے کم از کم دو مسلمانوں کی شہادت کی ضرورت ہے۔

۵۔ رمضان کی خاطر ہلالِ شعبان کا تحفظ ایک لابدی امر ہے۔

۶۔ ریڈیو۔ ٹیلیفون، تار وغیرہ خبر رسانی کے دوسرے ذرائع سے ملنے والی خبر قابلِ اعتبار ہے۔ جبکہ یہ معلوم ہو کہ خبر دہندہ مسلمان ہے اور تار کے ذریعہ پہنچنے والی خبر حدِ تواتر کو پہنچ چکی ہے۔

۷۔ علامہ شوکانیؒ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا موقف رؤیتِ ہلال کے بارہ میں یہ ہے کہ ایک اہلِ بلد کی رؤیت دوسرے بلد کے لیے مطلقاً معتبر ہے۔ مسافتِ قصر اور ممالک کے مختلف ہونے کی قید ان کے نزدیک عقلاً و شرعاً جائز نہیں۔

۸۔ ہمارے نزدیک علامہ شوکانی اور شیخ الاسلام کا نظریہ صحیح معلوم ہوتا ہے، کہ ایک اہلِ بلد کی رؤیت دوسرے بلد کے لیے معتبر ہے اور ان پر روزہ لازم ہو جاتا ہے، جبکہ ہر دو بلاد کا مطلع ایک ہو یا اتنا فرق ہو کہ اگر ایک بلد میں چاند طلوع ہوا ہے تو دوسرے بلد میں بھی اس کا طلوع ممکن ہو، اگر ہر دو بلد کے مطالع میں اتنا فرق ہے کہ جب دونوں میں سے ایک بلد میں چاند طلوع ہو اور دوسرے میں طلوع نہ ہو، بلکہ اس فرق سے تاریخ بدل جائے تو ایسے ہر دو بلاد میں سے ایک بلد میں دیکھا ہوا چاند دوسرے بلد کے لیے قطعاً کافی نہیں ہوگا۔ روزہ اور عید ادا کرتے ہیں وہ ایک دوسرے کے پابند نہیں ہوں گے۔ مغنی ابن قدامہ سے بھی ہمارے

اس موقف کی تائید ہوتی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ:

"اہلِ بلد کی رؤیت سے تمام اہلِ بلاد کے لیے روزہ لازم آتا ہے اور بعض نے یہ قید بھی لگائی ہے کہ بلاد ایک دوسرے کے اتنے قریب ہوں کہ ان کے مطالع میں اختلاف واقع نہ ہو مثلاً بغداد اور بصرہ کے درمیان مطالع میں کوئی بڑا اختلاف نہیں، ان میں سے ایک کی رؤیت دوسرے کے لیے کافی ہے اور جن بلاد میں زیادہ بُعد ہے جس سے ان کے مطالع میں اختلاف ہوتا ہے، ان میں سے ایک کی رؤیت باقی بلاد کے لیے کافی نہیں مثلاً عراق۔ حجاز۔ شام ان میں ہر ایک بلد کی رؤیت انہی کے لیے ہے، دوسروں کے لیے نہیں ہے۔ عکرمہ کے اس قول " لِكُلِّ بَلَدٍ رُؤْيَتُهُمْ " کا یہی مطلب ہے کہ ایسے بلاد کی رؤیت اپنی اپنی ہے۔" (مغنی ابن قدامہ ج ۳ ص ۸۸)

غلط نظریہ: آخر میں اس غلط نظریہ کا ازالہ کر دینا بھی ضروری ہے۔ کہ سعودی عرب، جو اسلامی ممالک کے لیے ایک مرکز کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے ساتھ ہی تمام اسلامی ملکوں میں روزہ اور عید کو ادا کرنا چاہیئے۔ یہ نظریہ اسلامی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ اس لیے کہ روزہ اور عید کا انحصار رؤیتِ ہلال پر ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: " صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ " کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو، نیز مطالع کا اختلاف بھی ایسی حقیقت ہے کہ اس کا انکار ناممکن ہے۔ اس لیے یہ نظریہ سرے ہی سے غلط ہے کہ سعودی عرب کے ساتھ دیگر اسلامی ممالک روزہ رکھیں اور عید اور دیگر مناسک ادا کریں۔

جغرافیائی اور علمِ ہیئت کا نظریہ

رؤیتِ ہلال کا جغرافیائی لحاظ سے زمین کی حد بندی سے کوئی تعلق نہیں جس بنا پر یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ ایک ملک کی رؤیت دوسرے ملک کے لیے یا ایک بلد کی رؤیت دوسرے بلاد کے لیے معتبر ہے یا نہیں۔ البتہ یہ حقیقت ہے کہ زمین کا جو حصہ طلوع کے وقت ہلال کے سامنے ہوگا، اس تمام حصہ میں رؤیتِ ہلال کا تصور ہوگا۔ اس علاقہ میں ایک ملک شامل ہو یا زیادہ، ایک بلد ہو یا زیادہ بلاد ہوں، ان سب کا مطلع

ایک شمار ہوگا۔ ممالک کے مختلف ہونے یا مسافتِ قصر وغیرہ کی حد بندی کرنا شریعت اور عقل کی رُو سے درست نہیں علمِ ہیأۃ اور جغرافیہ دان اصحاب نے اپنے تجربہ کی بنا پر کہا ہے کہ غروبِ آفتاب کے وقت چاند اگر کسی بلد میں آٹھ درجے بلند ہے، تو غروبِ آفتاب کے بعد بتیس منٹ تک رہے گا۔ تو ایسا چاند مشرقی علاقہ میں پانسو ساٹھ میل تک ضرور موجود ہوگا۔ یہ بھی ان کا قول ہے کہ جس بلد میں چاند آٹھ درجے پر ہے اس بلد سے جو بلد ستر میل مشرق میں ہے وہ سات درجے پر ہوگا اور جو بلد اس بلد سے مغرب میں ہے وہاں چاند نو درجے پر ہوگا۔ جب ایک بلد میں چاند نظر آجائے تو اس کے قریب جتنے بلاد ہیں، ان میں چاند طلوع ہو چکا ہے یہ بات علمِ ہیأۃ کی مسلّمات میں سے ہے اور اس بلد کے مشرق کی جانب پانسو ساٹھ میل تک طلوعِ ہلال کا اعتبار ہوگا، لیکن مغربی بلاد میں رؤیتِ ہلال کا مطلق اعتبار ہوگا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مشرق میں چاند نظر آجائے تو مغرب میں اس کا طلوع ضروری ہے لیکن مغرب میں دیکھنے سے مشرق میں دیکھا جانا ضروری نہیں۔

چھ ماہ یا کم و بیش دن:

بعض ایسے علاقے ہیں وہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے بلکہ بعض ایسے علاقے بھی ہیں، جہاں غروبِ آفتاب کے تھوڑی دیر بعد فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں جو ان علاقوں کے ہمسایہ ملک یا علاقے ہیں ان کے اوقات کے مطابق اندازہ کر کے نماز پڑھی جائے اور روزے رکھے جائیں۔ چنانچہ ترمذی میں نواس بن سمعان سے روایت ہے کہ دجال زمین میں چالیس دن قیام کرے گا ایک دن سال بقدر، دوسرا دن مہینہ بقدر، تیسرا دن جمعہ بقدر ہوگا باقی دن عام دنوں کے برابر ہوں گے صحابہؓ نے دریافت کیا کہ "اے اللہ کے رسولؐ، جب دن سال بقدر ہوگا، تو اس میں صرف ایک دن کی نمازیں کفایت کریں گی؟" آپؐ نے فرمایا نہیں اندازہ کر کے سال بھر کی نمازیں پڑھی جائیں۔" — رؤیتِ ہلال کے بارہ میں اور مسائل بھی ہیں، اس مقالہ میں بخوفِ طوالت صرف نظر کیے گئے ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ!